

5

خلاصہ تقریرات

مولانا انور شاہ کشمیری مدرس دارالعلوم دیوبند

مسئلہ قراءۃ خلف الامام

ربیع الاول

۱۳۵۱ ہجری

خلاصۂ تقریرات

مولینا و بالفضل و لینا شیخ الہند مولوی محمد انور صاحب کشمیری صدر مدرس دارالعلوم دیوبند

بمقام سرینگر

متعلقہ مسئلہ قراۃ خلف الامام - رفع الیدین - امین بالجہر

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۰ نحمدہ ونصلے علی رسولہ الکریم

اما بعد

سرینگر آنے پر مجھے چند[1] مسایل (جنکے اختلافات سے یہاں کے مسلمانوں میں تفرقہ وخرخشہ پیدا ہوگیا ہے) کی نسبت کچھ بیان کرنیکی ضرورت پڑی ہے۔

مسلمان بھائیو! مجھے متعلق مذہب حنفیہ مسایل صدر پر گفتگو کرنا اور انکشاف اغلاط قاضی شوکانی جوادنی پایہ کا عالم گذرا ہے۔ کرنا ہے۔ میرے کلام میں اصلاح نکرنا۔ مجھے اپنے حال پر چھوڑنا۔ میں کوئی واعظ یا مفتی نہیں بلکہ ایک مدرس ہوں میرے کلام میں آپ لوگ زیادہ تر عربی۔ فارسی الفاظ پائینگے۔ اسکے لئے مجھے معافی دویا مذہب حنفیہ کے بابت خدا کو حاضر وناظر جانکر جو کچھ میری علمی تحقیقات میں ثابت ہوا ہے گذارش کرونگا۔ کہ مذہب حنفیہ کی تقلید باعث نجات دارین وفلاح نشاتین ہے۔ اور حضرت امام العالم کے وجوہ استدلال کتاب اللہ وسنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عین مطابق ہیں۔

قراۃ خلف الامام - مسئلہ قرات خلف الامام کی نسبت موٹے موٹے مختصر دلایل وروایات

---

[1] حضرت مولانا نے سلسلہ تقریرات میں قادیانی پارٹی کے عقاید کی تردید اسقدر بوضاحت کی۔ کہ اسکی اوہام پرستی۔ خیال بندی طشت از بام ہوگئی۔ وہ بھی شایع ہوجائیگی ۰

پیش کرتا ہوں۔ کہ علامہ ابن القدامہ زمانہ سابقہ کے ایک بڑے علامہ فاضل محدث گذرے ہیں۔ حنفی نہیں بلکہ حنبلی مذہب کے مقلد تھے۔ آپ نے علم الحدیث میں ایک بڑی مستند کتاب تصنیف کی ہے۔ جسکا نام مغنی ہے۔ دنیا میں ایسی دوسری کتاب موجود نہیں ہوگی یہ چند اوراق جو کہ خدیو مصر کے کتب خانہ سے ایک مدنی عالم کے دستخط سے لکھوا کر مجھے دستیاب ہوئے ہیں۔

ابن القدامہ حنبلیؒ کی کتاب المغنی کی اصلی عبارت یہ ہے قال احمد ماسمعنا احدا یقول صلی خلف امام ولم یقرأ بفاتحۃ الکتاب لا تجوز صلوتہ۔

حضرت امام احمد بن حنبل ایک مستند مسلم الثبوت محدث تھے۔ ابن زرعہ آپکے شاگرد لکھتے ہیں کہ آپکو دس لاکھ احادیث شریف بمعہ متن واسماء الرجال و اسناد ازبریاد تھے۔ ابن زرعہ سے سوال کیا گیا کہ آپ کو کس طرح معلوم ہوا کہ حضرت امام احمد یہ دس لاکھ احادیث کے حافظ تھے۔ ابن زرعہ نے جواب دیا کہ مجھے آپکے مجموعہ مرویات وتصنیفات کے احادیث کو فصل فصل باب باب سے تفصیل کرکے دس لاکھ احادیث کی تعداد شمار میں آئی ہے۔ حضرت امام بخاریؒ باوجود شہرت عامہ وحدیث دانی کے صرف صحیح وغیر صحیح تین لاکھ احادیث کے حافظ تھے۔ سوچ کرنیکا مقام ہے۔ کہ حضرت امام احمد حنبلؒ باوجود چوتھے درجہ مجتہد ہونے کے کس قدر اور کس مقام کے محدث امام اور مجتہد تھے۔ امام العالم مجتہد اول تھے۔ دوسرا حضرت امام شافعی تیسرا امام مالک چوتھا امام احمد بن حنبل تھے۔ امام احمد حنبل کو اخبار وآثار صحابہ تابعین میں ایسا علم حاصل ہوا تھا۔ کہ کسی اور کو کم ہی میسر ہوا ہوگا۔ آپ نے فرمایا کہ اسلام کی تاریخ میں قرن صحابہ وتابعین سے الی یومنا ہذا ہم نے نہیں سنا کہ کوئی کہتا ہے۔ جبکہ امام قرأت بجہر کرے اور مقتدی قرأت نکرے تو اسکی نماز جایز نہوسکے۔ میرا اعتقاد یہ ہے۔ کہ حضرت امام بخاری سے امام الحدیث

اگر اپنے دست مبارک کو بلند کریں۔ تو باعتبار حدیث وائی کے عرش مجید تک
پہنچا سکتے ہیں۔ آپ حضرت امام العالم کے بواسطہ و بغیر واسطہ شاگردوں مثل
عبداللہ بن المبارک وکیع بن الجراح ابو بکر بن شیبہ احمد بن المنیع یحیٰے بن المعین
علی ابن المدینی ابو نعیم فضل بن وکین عبدالرزاق ہمام مکی ابن ابراہیم حفص
بن غیاث اور امام ابو یوسف وغیرہم کے شاگرد تھے۔ آپ نے جزء القرأۃ کا رسالہ
لکھا ہے۔ جسمیں ایسے مختلف احادیث کا ذخیرہ جمع کر دیا ہے۔ جسکا کثیر حصہ قرأۃ
خلف الامام کے مسئلہ پر حاوی ہے؎۔ مگر سابقہ حضرات محدثین و فقہائے راسخین
کے علاوہ میرے استاذ الاساتذہ محدث الوقت شیخ الحدیث مولنا مولوی عبد
الرشید گنگوہی نے اسکے جواب باصواب میں ایک مستند رسالہ لکھا ہے اور محدثانہ
طریقہ پر اسکا جواب دیا ہے۔ حضرت امام بخاری رح کا فرمودہ وحی الٰہی نہیں ہے
نبی نہیں تھے۔ بشر تھے۔ وحی الٰہی اور نبوت خاصۃً حضرت رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم
پر ختم ہوئی ہے۔ جب حضرت امام بخاری نے ہمارے امام العالم مذہب وار کے اجتہادات
پر رائے زنی اور حملہ کیا ہے۔ تو ہمکو یہ حق حاصل کیوں نہیں ہوگا۔ کہ ہم حضرت
بخاری رح کے فرمودہ اجتہادات پر قیل و قال کرینگے۔ الا حضرت رسول مقبول صلے اللہ
علیہ وسلم کے حدیث شریف پر بصورت صحت خواہ صحیح بخاری خواہ صحیح مسلم خواہ
صحاح ستہ کی کسی اور کتاب میں ہو کوئی شخص کوئی مسلمان چون و چرا نہیں
کر سکتا ہے۔ مگر یہ اختلافات اور یہ اجتہادات جو کہ ائمۃ المسلمین میں موجود ہیں
احادیث کی تعبیر مراد اور معنی کے فہم و ادراک کے مدارج و مراتب پر مبنی ہیں۔
کتاب المدخل مصنفہ امام بیہقی میں بروایات صحیحہ ثابتہ از حضرت امام ابو حنیفہ رح

؎ مولوی محمد قاسم صاحب بانی دار العلوم دیوبند نے رسالہ توثیق الکلام فی الانصات خلف الامام اور مولوی محمد انور صاحب نے رسالہ فصل الخطاب و رسالہ خاتمۃ الخطاب تصنیف فرما کر طبع کئے ہیں +

منقول ہے کہ آپ فرماتے ہیں ما جاء عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم فعلی الراس والعین وما جاء عن الصحابۃ نختار منہم وما جاء من التابعین فہم رجال ونحن رجال۔ دوسری روایت میں زاحمناہم کے الفاظ موجود ہیں۔ جب کہ بقول حضرت امام العالم تابعین تبع تابعین کے اقوال پر بحث ومباحثہ کا مقام حاصل ہے۔ شوکانی کے اقوال پر کیوں قیل وقال نہیں کر سکتے ہیں۔ میں اسکو امام نہیں مانتا ہوں بلکہ ایک قاضی تھا۔ ادنیٰ تحقیقات کا آدمی تھا۔ چند کتابوں کی عبارات کو اِدھر اُدھر ہیر پھیر کر کے بخیال خود احادیث کو تنقید کر لیا ہے۔ اور حضرت امام ابو حنیفہ کے مذہب کی حدیثوں کو نظر انداز کر کے متعصبانہ روش اختیار کر لی۔ وہ اسی ہی صدی میں گذرا ہے۔ میں بطور دعویٰ یا فخریہ نہیں بلکہ اپنے وسعت معلومات وتحقیقات کے لحاظ سے اعلاناً یہ کہتا ہوں کہ میرے علمی تحقیقات اسکے تحقیقات سے بدرجہا بڑھ چڑھکر ہیں۔ میں نے اسکے اکثر وجوہ استدلال کو ایسے جوابات دئے ہیں۔ جنکی اطلاع خود شوکانی کی کیا بات اسکی ملکوں کو بھی نہیں ہوگی۔ مسئلہ قرأت خلف الامام میں ائمہ کی کثرت احادیث کی کثرت امام ابو حنیفہ کے مذہب کیساتھ متفق پائی جاتی ہے۔ اولاً ائمہ کی کثرت اسوجہ سے ہے۔ قال احمد ھذا النبیﷺ (اشارہ ذہنی ہے) وھذا مالک من المدینۃ وھذا سفیان من الکوفۃ وھذا الاوزاعی من الشام وھذا لیث بن سعد من مصر ما قالوا الرجل صلے خلف رجل ولم یقرء خلفہ لا تجوز صلوٰتہ امام مالک امام احمد بن حنبل جہری نمازوں میں وجوب بلکہ جواز بھی نہیں مانتے ہیں دونوں امام نسبتاً امام ابو حنیفہ کے ساتھ اتفاق کرتے ہیں

لہ اسلامی دنیا میں حنفی مذہب کے مقلدوں کی کثرت اسقدر موجود ہے کہ اسکے مقابلہ میں گویا کہ باقی مذاہب حنبلی مالکی۔ شافعی کے متبعین در حکم صفر ہیں۔ کہتے ہیں کہ موجودہ نفر شماری کے مطابق نو کروڑ مسلمان حنفی المذہب ہیں۔ اگر معمولی چند آدمی حضرت امام العالم کے مذہب کی تقلید سے انکار کر کے قاضی شوکانی کے محدود معلومات کی بیعت کریں۔ تو وہ سواد الاعظم کے عدم اتباع پر محمول ہو سکتا ہے۔

باقی رہا مذہب امام شافعی مجھے یقین نہیں ہے کہ امام شافعی نے اسمیں کیا فرمایا ہے، کیونکہ کوئی خاص روایت اُنسے منقول نہیں ہے۔ چنانچہ کتاب الام اور کتاب الامام جو کہ حضرت امام شافعی کی تصنیف کردہ ہیں۔ اسمیں وجوب قرات خلف الامام کا کوئی تذکرہ ہی نہیں ہے۔ مگر اسکے متاخرین اصحاب یہ کہتے ہیں۔ کہ آپ جب تک حجاز میں تھے۔ حضرت امام مالک کی خدمت میں شاگردی کرتے تھے۔ یہ مدت تقریباً پچاس سال کا عرصہ تھا۔ تب تک بفرضیت قراءت خلف الامام قایل نہیں ہوئے۔ جب کہ آپ مصر میں تشریف فرما ہوئے۔ تب بفرضیت قراءت خلف الامام قایل ہو گئے۔ گویا صرف دو سال تک فرضیت کے قایل ہوئے ہیں۔ یہ وہ زمانہ ہے جبکہ حضرت امام محمد بن الحسن الشیبانی (شاگرد حضرت امام ابوحنیفہؒ) مصر میں بعدہ بغداد میں فقہ و حدیث کا درس دیتے تھے۔ جاننا چاہیئے۔ کہ صرف حضرات حنفیہ ہی نہیں بلکہ حضرات شافعیہ بھی یہ بات بروایات صحیحہ مانتے ہیں۔ کہ حضرت امام شافعیؒ حضرت امام محمد کے شاگرد ارشد تھے۔ چنانچہ حضرات شافعیہ کے کتابوںمیں یہ قول حضرت امام شافعی سے منقول ہے حملت وقری بعیر من محمد[1] بہرحال دقیق دقیق مسایل فقہیہ حضرت امام محمد سے اخذ کرتے تھے۔ جیساکہ فرمایا ما صرت فقیہا الا بکتب محمد بن الحسن[2] اب کثرت احادیث کیطرف رجوع کیجاتی ہے جو کہ خلف الامام قراءت کی ممانعت پر دلالت کرتے ہیں۔ احادیث سے مافوق یہ آیہ کریمہ ہے کہ حق تعالیٰ نے فرمایا اذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلکم ترحمون۔ قال احمد اجمعت الامۃ انہا نزلت فی الصلوۃ اس آیہ کریمہ کے ساتھ دوسرا آیہ کریمہ یہ ہے واذکر ربک فی نفسک تضرعا وخفیہ بگوش وہوش سننا چاہیئے کہ قرآن مجید فرمان شاہی ہے

---

[1] میں نے علم کے دو اونٹوں کے بار حضرت امام محمد سے اٹھائے ہیں۔
[2] حضرت امام محمد بن الحسن کے کتابوں ہی کے مطالعہ سے میں فقیہ بن گیا۔

ذکر الٰہی بندہ گان کیطرف سے بحضور رب العالمین عرضداشت و گذارش ہے۔ فرمان شاہی سننے کیوقت سکوت وخاموشی اختیار کرنی چاہئیے۔ اور بگوش وہوش سننا چاہئیے۔ عرضداشت کیوقت اپنے اپنے مطالب مقاصد اپنے اپنے پہلو پر بیان کئے جاتے ہیں۔ بعضے ہلکی آواز۔ بعض اونچی آواز سے۔ یہ طریقہ یہ طرز دنیاوی بادشاہوں کے درباروں میں بھی زیر مشاہدہ ہے۔ شہنشاہ ملک و ملکوت کے درگاہ میں کیوں نہیں ہوسکتا۔ ملائکہ اللہ نماز گذاروں کے نمازوں میں شریک ہوجاتے ہیں بدلیل آیہ کریمہ ان قران الفجر کان مشہودا و بحدیث تشہدہ ملائکۃ اللیل والنہار وہ بھی قرآن شریف سننے کیلئے حاضر ہوتے ہیں۔ نہ پڑھنے کیلئے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ قران شریف صرف امت مرحومہ حضرت رحمۃ للعالمین کیلئے خاص ہے۔ نہ دیگر امم سابقہ و نہ ملائکہ اللہ کیلئے۔ یہ بھی مروی ہے۔ کہ ملائکہ اللہ قران شریف سننے کے مشتاق ہوتے ہیں اور عالم بالا کے مخلوقات اذان و قران شریف کی آواز کو انتظار کرکے ہمہ تن گوش ہوتے ہیں۔ کہ کب یہ آواز کانوں میں آئے۔ حق تعالےٰ بھی قرآن عزیز کا مستمع ہوتا ہے۔ حضرت مولینا رومی نے اس مضموں کی نوعیت نہایت اچھے پیرایہ میں قالب نظم میں لاکر بیان فرمائی ہے۔ انصتوا را گوش کن خاموش باش۔ چون زبان حق نگشتی گوش باش۔ زبان حق سے مراد امام اور گوش سے مراد مقتدی ہوسکتی ہے۔ عقل کی بداہت یہ ہے۔ کہ امام کا مقتدیوں پر مقدم ہونا اور مقتدیوں کا صف بصف پیچھے رہنا۔ یہ خصوصیت رکھتا ہے کہ امام ہی قران مجید پڑھے۔ اور مقتدی خاموش رہے۔ اور سُنے۔ اگر ہر ایک مقتدی کو قران مجید پڑھنے کی اجازت ہوتی۔ تو امام کی خصوصیت اور تقدم و تاخر کا لحاظ کیا تھا۔ اور کہاں رہا۔ باقی رہا یہ امر کہ مقتدی کیوں تسبیحات التحیات تحمیدات اور تکبیرات انتقال پڑھتا ہے۔ وہ امر پہلے فیصلہ ہوچکا ہے کہ تسبیح و تہلیل وغیرہ

عرض مطالب کے طریقہ پر بیان کئے جاتے ہیں۔ یہ اختصاص جو کہ قراءت کیلئے رکھا گیا۔ بموجب حدیث شریف من کان له امام فقراءة الامام قراءة له ثابت ہوا ہے۔ و نیز حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ من صلے رکعۃ لم یقرأ فیہا بام القران فلم یصل الا ان یکون وراء الامام۔ رواہ الترمذی و مالک والطحاوی عن جابر بن عبد اللہ رض حضرت امام شافعیؒ کے مقلدین خلف الامام قراءت کی فرضیت کے استدلال پر یہ حدیث پیش کرتے ہیں۔ عن عبادۃ بن الصامت قال کنا خلف النبی صلے اللہ علیہ وسلم فی صلوۃ الفجر فثقلت علیہ القراءۃ فلما فرغ قال لعلکم تقرون خلف امامکم قلنا نعم ھذا یا رسول اللہ قال لا تفعلوا الا بفاتحۃ الکتاب فانہ لا صلوۃ لمن لم یقرا بھا۔ یعنی ایکدن حضرت رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز پڑھی اصحاب کی ایک بڑی جماعت شامل نماز تھی۔ قراءت قران کے ادا میں اُنکو خلجان پیدا ہو گیا۔ جبکہ نماز سے فارغ ہو گئے۔ دریافت حال کرنیکے خاطر لعلکم تقرون فرمایا {دیکھنا چاہئے۔ اگر خلف الامام قراءت کا حکم ہوتا تو کیوں لعلکم تقرون {شاید تم پڑھتے ہو} کے الفاظ سے دریافت کرتے جہر سے سوال نہیں تھا۔ اگر جہر سے ہوتا تو کیوں انکم تجھرون نہیں فرمایا۔ صرف مطلق قراءت کا سوال تھا}

منقول ہے کہ حضرت امام العالم ع کی خدمتمیں ایک جماعت آئی۔ جنکے افراد امام ہی کے قراءت پڑھنے کی اجازت اور مقتدیوں کے خلف الامام قراءت کی ممانعت کیوجہ و سبب دریافت کرنے لگی۔ حضرت امام الہمام ع نے فرمایا ہر ایک شخص کا کلام کرنا اور عرض حال میں حصہ لینا مناسب نہیں سمجھتا ہوں ایک ہی متدین صاحب الفہم شخص کو انتخاب کر کے بحث و مباحثہ اور بیان کا ذمہ وار بنائیں۔ حاضر ہوئے افراد بہ مصلحت معقول سمجھکر ایک شخص منتخب کر گئے جس پر امام الہمام ع نے فرمایا کہ بحث و مباحثہ اور عرض بیان کا فیصلہ ہو چکا کہ قراءت کیلئے امام ہی منتخب ہو کر مقتدیوں کی ذمہ واری کا بیڑا اٹھاتا ہے۔

حضرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لاتفعلوا دوسری روایت میں آیا ہے
لاتقرءوا ان کنتم لابد فاعلین فاقرءوا بفاتحۃ الکتاب فانہ لاصلوٰۃ لمن لم یقرء بہا ظاہر الفاظ
سے دریافت ہوا کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے خلف الامام سورہ فاتحہ
پڑھنے کی اجازت دیدی۔ مگر وہ بطور اباحت تھی۔ بلکہ وہ بھی بطور خاطر ناخواستہ سیاق
حدیث سے معلوم ہوتی ہے۔ حدیث مذکور میں بروایت امام ابوبکر بن شیبہ جو کہ حضرت
امام بخاریؒ کے استاد تھے۔ یہ الفاظ وارد ہیں۔ قال لاصحابہ ھل تقرؤن خلف امامکم قال
بعض نعم و بعض لا۔ یہ حدیث اگرچہ مرسل ہے۔ حدیث مرسل کی تعریف یہ ہے کہ تابعی کہئے
قال رسول اللہ ﷺ درمیان صحابی راوی کا اسم مبارک ذکر میں نہیں لائے۔ مگر حدیث مرسل مطابق
مذہب حضرت امام ابوحنیفہ حجت قابل سند ہے۔ بخلاف مذہب حضرت امام شافعیؒ کہ وہ
حجت نہیں مانتے ہیں۔ کتب احادیث کی تتبع سے دریافت ہوا کہ یہ راوی صحابی حضرت
انس بن مالک تھے۔ یہ اباحت ایک خاص وقت اور خاص حد تک مخصوص و محدود تھی۔ وہ بھی
بعد میں رفع ہوئی۔ بدیں وجہ کہ حضرت امام مالک امام احمد بن حنبل۔ امام ابوداود
امام نسائی۔ اور ابن ماجہ القزوینیؒ از حضرت ابوہریرہ رض روایت کرتے ہیں کہ حضرت
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی۔ فقال ھل قرأ خلفی احد فقال رجل نعم قال انی
اقول مالی انازع فی القرآن قال فانتھی الناس عن القراءۃ۔ الحدیث حضرت امام مسلم ابوداود
امام نسائی۔ اور ابن ماجہ از حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت رسول مقبول ﷺ
نے فرمایا انما جعل الامام لیوتم بہ اذا کبر فکبروا واذا قرأ فانصتوا۔ الحدیث۔ مقتدیوں پر
قرأت کی فرضیت کی تسلیم میں یہ بڑا نقص لازم آئیگا۔ کہ مقتدی ساعۃً فساعۃً یکے
بعد دیگرے آتے ہیں۔ اور امام کے پیچھے اقتدا کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ سورہ فاتحہ کے
اختتام پر بلکہ ضم سورہ کی فراغت پر بھی آتے ہیں۔ خلف الامام شریک نماز ہوتے ہیں
انکو سورہ فاتحہ پڑھنے کا موقعہ کہاں آئیگا۔ اس صورت میں فرض کے تارک ہوتے ہیں

جو کہ نماز کے بطلان کی حد تک پہنچ سکتا ہے۔ علاوہ اسکے کہ میں امام نووی شافعیؒ کے فرمودہ پر جو کہ مقتدی کی قرات کا وجوب تسلیم کر لیتا ہے۔ اعتراض کرتا ہوں کہ اگر کوئی مقتدی آمین کے وقت امام کے ساتھ شریک نماز ہو جائے تو کیا وہ سورہ فاتحہ پڑھے یا آمین کہے۔ اگر اولاً وہ آمین کہے۔ بعدہ سورہ فاتحہ پڑھے۔ یا اولاً سورہ فاتحہ پڑھے بعدہ آمین کہے۔ تو تقدیم و تاخیر تغیر و تبدل لازم آئیگا۔ دونوں صورتوں میں ترک واجب یا ترک سنت کرنا پڑیگا۔ الا بقول حضرت امام العالمؒ کہ مقتدی آمین کے وقت ہی اگر آئیگا۔ آمین کہے۔ بعدہ فاتحہ پڑھنے کی ضرورت ہی نہیں۔ جس پر حدیث گواہ ہے۔ کہ من ادرک الرکوع فقد ادرک الرکعۃ از صدر اول الی زماننا ہذا یہ مسلمہ مسئلہ ہے۔ اگر مقتدی رکوع کیوقت ہی آئیگا۔ اسکو وہ رکعت محسوب ہو سکتی ہے اعادہ رکعت کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر قرات ضروری ہوتی۔ تو یہ رکعت ہرگز محسوب نہیں ہوتی چاہئے۔ حضرت عثمان بن عفانؓ نے زمانہ خلافت کے پیشتر دعاے قنوت نازلہ محاربہ کفرہ بعد از رکوع کرتے تھے۔ مگر حضرت عثمان نے یہ ارشاد صادر فرمایا۔ کہ قبل از رکوع کرنا چاہئے۔ لکی یدرک الرکعۃ بالجملہ قرات خلف الامام کے مسئلہ میں حضرات حنفیہ کے دلایل وجوہ استدلال راجح تر قوی تر ہیں۔ از کردہ دلایل حضرات شافعیہ وغیرہ۔ باقی رہا دعاوی جہلای غیر مقلدین وہ میں کبیت العنکبوت تصور کرتا ہوںؓ۔

رفع الیدین میں مسئلہ ترک رفع الیدین کی بابت نہایت اختصار سے کام لیکر بیان کرنا چاہتا ہوں۔ کہ رفع الیدین کے کرنے کا کیا مقصد ہے۔ کیوں حکم ہوا تھا۔ اور نماز میں کیوں ایسا کرنا چاہئے۔ حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ رفع الیدین کا مقصد صرف تعظیم الٰہی بجالانا ہے۔ اسلئے بوقت تکبیر تحریمہ بوقت رکوع بوقت قیام از رکوع کرنا چاہئے۔ لیکن حضرات حنفیہ دیکھتے ہیں کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کا طرز عمل کیا تھا جس پر وہ عملدرآمد کرتے رہے ہیں۔ بخلاف جماعت غیر مقلدین کہ وہ صحابہ کرام و تابعین کے

ؓ یہ سب رائے میں ہے کہ جاہل لوگ حضرت دین آئمہ مجتہدین اور بزرگان متقدمین کی نسبت سوءظن (بدگمان) رکھتے وجہ سے مقلد وہابی بن جاتے ہیں۔ منہ

اقوال و افعال کو قابل اعتماد و قابل سند نہیں مانتے ہیں۔ حضرت رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم ابتدائی حال میں رفع الیدین کرتے تھے۔ بعدہ ترک کر دیا۔ اور صحابہ کا عمل بھی ابتدا کرنا اور انتہائً نکرنا تھا۔ دائما یوخذ من فعل النبیؐ الاخر فالاخر حضرت امام ابو حنیفہؒ رفع الیدین کا مقصد استقبال قبلہ جانتے ہیں[۱]۔ بدینوجہ کہ جوارح و اعضائے نماز کے جو جو عمل کرتے ہیں۔ وہ ہاتھ بھی کرتے ہیں۔ مثلاً قیام وقوف رکوع اور سجود اپنے طرز و طریقہ پر ہاتھ سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہوا ہے۔ کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ ہاتھ سجدہ کرتا ہے جیسا کہ سر سجدہ کرتا ہے۔ بہرصورت ہاتھ کا استقبال قبلہ رفع الیدین کے ضمن میں آسکتا ہے۔ جبکہ استقبال قبلہ کی صورت بوقت تکبیر تحریمہ رفع الیدین کرنے سے بظہور آتی ہے۔ پھر دوبارہ کرنیکی ضرورت کیا رہتی ہے[۲]۔ حاجی کو حکم ہے جبکہ وہ خانہ کعبہ میں متصل حجر اسود پہنچے تو رفع الیدین کرے۔ بدیں غرض کہ کعبۃ اللہ کا استقبال زیر نظر رکھے۔ حضرت امام بیہقی ابو بکر بن شیبہ۔ امام مالک امام نسائی امام دارقطنی۔ امام طحاوی امام ترمذی امام ابو داود امام محمد بن الحسن وغیرہ کے کتب احادیث میں ترک رفع الیدین کے بارے میں بہت سے احادیث و روایات و آثار موجود ہیں حضرت فاروق اعظمؓ حضرت علی ابن ابیطالبؓ حضرت عبداللہ بن مسعود حضرت عبداللہ بن عباس حضرت عبداللہ بن عمر جابر بن سمرہ اور براء بن عازب وغیرہم رضی اللہ عنہم سے ترک رفع الیدین مروی ہے صحیح بخاری کے حدیث رفع الیدین کا جواب یہ حدیث شریف ہے کہ۔ قال مجاھد صلیت خلف عبداللہ بن عمرؓ فلم یرفع یدیہ الا فی اول مرۃ رواہ البخاری فی جزء رفع الیدین والطحاوی فی شرح معانی الآثار امام طحاوی امام الحدیث ہم عصر حضرت امام بخاریؒ تھے۔ روی الترمذی

[۱] سوال ۱۲ - کیوں رفع الیدین کیا جاتا
[۲] ناسخ ہو گیا دوسری سنت ... سے جواب - ضم سورۃ
اسکا استقبال اور ... رفع الیدین کیا جاتا

؎ حضرات حنفیہ یہ بھی کہتے ہیں کہ تکبیر تحریمہ اللہ اکبر سے قطع تعلقات نفی جو طرز ذبح نفس مراد ہے۔ رفع الیدین تمام مباحات دنیوی نفسانی خواہشات سے دست بردار ہونے کیطرف اشارہ ہے +

عن عبد اللہ بن مسعودؓ قال الا اصلی بکم صلوۃ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فصلے فلم یرفع یدیہ الا فی اول مرۃ قال الترمذی حدیث ابن مسعود حدیث حسن وبہ یقول غیر واحد من اہل العلم من اصحاب النبی والتابعین وھو قول سفیان واہل الکوفہ اور خلفاء اربعہ وعشرہ مبشرہ وجنگ بدر کے حضرات حاضرین رفع الیدین کے ترک کے احادیث کو روایت کرتے ہیں ہذا ھو الحق والحق احق ان یتبع

امین بالجہر :- یہ ایسا صاف مسئلہ ہے کہ اسکے استدلال میں زیادہ کہنے کی ضرورت ہی نہیں ہے کیونکہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم مدۃ العمر اخفاء آمین کیا کرتے تھے۔ اور ایسا ہی حکم بھی دیدیا ہے صرف تین بار یا تین بار سے زیادہ امین بالجہر کیا ہے۔ اثبات سنت کیلئے نہیں۔ بلکہ صرف موقعہ آمین اور طریق خواندن امین کی تعلیم کیلئے کیا ہے۔ مثال اسکی یہ ہے۔ کہ حضرت عمر الفاروقؓ نے سبحانک اللہم کے کلمات بجہر پڑھے ہیں۔ دوسری مثال جو کہ حضرات حنفیہ بھی بعض مواقع پر مانتے ہیں کہ امام کبھی کبھی دعائے قنوت باواز بلند پڑھے۔ بصورتیکہ اگر مقتدیوں کو یاد نہیں ہوگا صرف تعلیم یاد دہانی کے خاطر نہ بصورت دوام واستحباب۔ حضرت وائل بن حجرؓ نے امین کی روایت میں یہ فرمایا ہے کہ رفع صوتہ حتے سمع من یلیہ من الصف الاول یعنے امین ایسا کیا کہ جو مقتدی حضرت آنحضرتؐ کے ساتھ ساتھ بالکل متصل تھے۔ انہوں نے سن لیا۔ معجم طبرانی میں یہ حدیث شریف موجود ہے۔ کہ حضرت رسول مقبولؐ نے تین ہی دفعہ امین بالجہر کردیا۔ یہ روایت ملا علی قاری نے مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح میں نقل کی ہے جسکا مدعا حافظ ابن حجر شارح بخاری شریف نے اور حضرت امام زرقانی شارح مواہب لدنیہ بیان کردیا ہے۔ کہ تین ہی نمازوں میں آپنے آمین بالجہر کردیا۔ بعض غیر مقلدوں کو بڑی غلط فہمی یہ ہوتی ہے۔ جو کہ تین نمازوں کے بجائے ہر ایک نماز میں تین تین دفعہ امین امین امین کہنے کا معنی سمجھتے ہیں۔ حالانکہ یہ طریقہ بھیج وجہ ثابت

لہ آپکے مناقب و مدائح خود رسول مقبولؐ نے فرمایا کہ یہ ارشاد صادر کیا۔ کہ رضیت لامتی ما رضی بہا ابن ام عبد وسخطت لامتی ما سخط بہا ابن ام عبد۔ یہ بھی فرمایا ہے استقرؤا القرآن من اربعۃ من عبد اللہ ابن مسعود۔ الحدیث۔ تمسکوا بعہد ابن ام عبد الحدیث۔ ما حدثکم ابن مسعود فصدقوہ۔ الحدیث۔ لہ آپ یمن کے گاؤں میں ایک قریہ یعنے حضرموت کے باشندے تھے مسلمان ہوکر رسول اللہؐ کے ساتھ چند نمازیں پڑھکر واپس لوطن چلے گئے ؛

نہیں ہو سکتا۔ حضرت امام احمد بن حنبل ابو یعلی الموصلی۔ امام طبرانی امام دارقطنی امام حاکم ابو عبداللہ از حضرت وایل ابن حجر روایت کرتے ہیں انہ صلے مع رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فلما بلغ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین قال امین واخفی بہا صوتہ حضرت امام طحاوی نے جو کہ از اعیان امت امام الحدیث اور آثار واخبار صحابہ وتابعین کے علم میں کم از امام بخاری نہیں تھے وایل بن حجر سے روایت کی کہ حضرت عمر الفاروق وحضرت علی المرتضیٰ نہ بسم اللہ و نہ آمین بالجہر پڑھتے تھے۔ سنن امام ترمذی میں جس کی نسبت علمای حدیث یہ کہتے ہیں کانہ نبی ینطق وایل بن حجر کی دوسری روایت موجود ہے۔ ان النبی قرأ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین قال امین وخفض بہا صوتہ۔ جہر الامین وارتجاج المسجد بہا۔ کی حدیث بدین وجہ ضعیف ہے کہ اسکا راوی بشر بن رافع ہے۔ تقریب التہذیب وغیرہ میں لکھا ہے۔ کہ بشر بن رافع ضعیف الحدیث اور سوء الحفظ ہے۔ ابن القطان اپنی کتاب اسماء الرجال میں لکھتا ہے۔ کہ بشر بن رافع ابو الاسباط النجرانی ضعیف ہے صحیح البخاری کی حدیث شریف اذا امن الامام فقولوا آمین سے ہرگز ہرگز جہر بالآمین مراد نہیں ہے کیونکہ لفظ فاجہروا نہیں ہے۔ قولوا کو فاجہروا کا ترجمہ کرنا بالکل بعید از انصاف ہے۔ اور معنی حدیث میں بلا وجہ تاویل کرنا پڑتا ہے۔ بدیں وجہ کہ سمع اللہ لمن حمدہ۔ ربنا لک الحمد اور التحیات پڑھنے میں قولوا وارد ہوا ہے۔ جس کا آہستہ پڑھنا مسنون بالجہر مکروہ بالاتفاق تسلیم کیا گیا ہے۔ والسلام علی من اتبع الھدیٰ

وله فی نعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

ای آنکہ ہمہ خیری وخیری ثمیری
باران صفت و بحر سمت ابر مطیری

معراج تو کرسی شدہ و سبع سماوات
فرش قدمت عرش برین سدرہ سریری

بر فرق جہان پایہ پائی تو شدہ ثبت
ہم صدر کسیری و ہم بدر منیری

ختم رسل و نجم سبل صبح ہدایت
خاقان دری تو الحق بشیری

آدم بصف محشر و ذریت آدم
در زیر لوایت کہ خطیبی و امیری

یکتا کہ تو در مرکز ہر دایرہ یکتا
نام کر ز عالم تو ئی بے مثل نظیری

کس نیست ازین امت تو بگنہ چو انور
بارہ و سیاہ آمدہ و موی زریری۔

وصلی اللہ علی خیر خلقہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

مطبوعہ اسلامیہ سٹیم پریس لاہور

قاضی غلام الدین صاحب (منشی فاضل) محلہ ڈب تل سرینگر سے بقیمت مل سکتی ہے

